## تحقیق و تنقید

# تصوّف میں پیر کا تصوّر

ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی

نظام تصوف میں پیر کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ تصوف کی پوری عمارت اسی بنیاد پر کھڑی ہوتی ہے۔ فیوض و برکات باطن اور اسرار و رموز طریقت اسی وسیلے سے نسلاً بعد نسل منتقل ہوتے رہے ہیں۔ صوفیہ کا یہ راسخ عقیدہ ہے کہ پیر کے واسطے کے بغیر حصول معرفت ممکن نہیں ہے۔ اس اساسی اہمیت کے پیش نظر تصوف کے بنیادی خد و خال کو سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ اس نظام میں پیر کے منصب اور مقام کو متعین کیا جائے۔ آئندہ سطور میں اسی کی کسی حد تک کوشش کی جائے گی اس سلسلہ میں پیش نظر ہندوستان میں چشتی سلسلہ کا خصوصاً ابتدائی دور ہے۔

صوفیہ کا یہ یقین ہے کہ تصوف کی روایت حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ ان کے نزدیک تصوف دین کے باطنی پہلو کی نمائندگی کرتا ہے یہ باطنی پہلو دین کے ظاہری پہلو سے متصادم نہیں ہے لیکن کچھ مختلف ضرور ہے۔ جس طرح دین کے ظاہری پہلو کا منبع اور سرچشمہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اسی طرح تصوف کے سوتے بھی اسی سرچشمے سے سیراب ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس علم باطن کی تعلیم حضورؐ نے صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دی اور دوسرے صحابہ کرام کو اس کا کوئی حصہ نہیں ملا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج بارگاہ رب العزت سے ایک خرقہ عنایت ہوا تھا یہ خرقہ آپ نے حضرت علیؓ کو مرحمت فرمایا اور اس کے وسیلے سے ان کو علوم باطن بھی ودیعت فرمائے۔ میر خورد حضرت علی کے بارے میں لکھتے ہیں:-

نجلعت خرقۂ فقر کہ از حضرت عزلت بحضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم در شب معراج رسیدہ بود میاں خلفا را ربع مشرف گشت۔ لاجرم تا روز قیامت بسنت سنیۂ الباس خرقہ مشائخ قدس اللہ سرہم العزیز از و ماند و ایں کار از و استقامت گرفت [۱]

چاروں خلفاء میں خرقۂ فقر کی خلعت سے وہی مشرف ہوئے جو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج حضرت عزلت سے عنایت ہوا تھا چنانچہ قیامت تک مشائخ کو خرقہ پہنانے کی سنت سنیہ قیامت تک انہیں سے منسوب رہے گی اور یہ دینی کام انھیں سے قائم ہوا۔

اس ضمن میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ سیر الاولیاء میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو وصّی رسول رب العالمین کے خطاب سے یاد کیا گیا ہے[۲] مشہور صوفی شاعر ابن الفارض نے بھی اسی حقیقت کی طرف اپنے اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔

واضح بالتاویل ما کان مشکلا علی بعلم نالہ بالوصیۃ [۳]

اس علم کی مدد سے جو انھیں از روئے وصیت ملا تھا، علیؓ نے مشکلات کی توضیح و تاویل کی۔

ابو نصر سراج نے کتاب اللمع میں اس موضوع پر بحث کی ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو علم باطن کی تعلیم دی تھی اور اس فضل میں ان کا کوئی شریک نہیں تھا۔ وہ علوم نبوت کو تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں پہلی قسم ہے حدود اور اوامر و نواہی کا علم جس کی تعلیم آپ نے ہر خاص و عام کو دی۔ دوسری قسم ہے ان علوم کی جو صرف مخصوص صحابہ کو دی گئی جیسے اسمار منافقین کا علم جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو سکھایا تھا۔ علوم نبوت کی تیسری قسم وہ ہے جس کو حضور صلی اللہ

---

[۱] سید محمد بن مبارک علوی کرمانی، سیر الاولیاء، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، لاہور ۱۹۷۸ء، صد ۱۸، ۱۹، نیز دیکھیے صد ۴۱-۴۲، ۲۵۴-۳۵۲، امیر حسن سجزی، فوائد الفواد، تصحیح محمد لطیف ملک، لاہور ۱۹۶۶ء، صد ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۹-۳۳۰، حمید قلندر، خیر المجالس، تصحیح خلیق احمد نظامی، علی گڑھ، صد ۷

[۲] سیر الاولیاء، ص ۴۱

[۳] ابن الفارض ابو حفص عمر بن علی، الدیوان، مصر ۱۹۵۱ء، صد ۶۔

علیہ وسلم نے اپنی ذات تک محدود رکھا[1] علم باطن علوم نبوت کی دوسری قسم سے تعلق رکھتا ہے جس کی تعلیم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک محدود رکھی۔ سراج نے حضرت علی سے یہ روایت نقل کی ہے۔

علمنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سبعین باباً من العلم لم یعلم ذالک احداً غیری [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ستر ایسے علوم سکھائے جنھیں میرے علاوہ کسی اور کو نہیں سکھایا۔

ایک اور جگہ سراج نے ابوعلی روذباری کے حوالے سے سید الطائفہ جنیدؒ کا قول نقل کیا ہے۔

رضوان اللّٰہ علی امیر المؤمنین علی رضی اللّٰہ عنہ لولا انہ اشتغل بالحروب لافادنا من علمنا ھٰذا معانی کثیرۃ ذالک امرؤ اعطی العلم اللدنی والعلم اللدنی ھو العلم الذی خُصّ بہ الخضر علیہ السلام [3]

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اللہ کی رحمت ہو اگر وہ جنگوں میں مشغول نہ ہو گئے ہوتے تو ہمیں ہمارے اس علم کی اور بہت کچھ تعلیم دی ہوتی۔ انھیں علم لدنی حاصل تھا اور علم لدنی وہ علم ہے جو حضرت خضر علیہ السلام سے مخصوص ہے۔

شیخ ابوالحسن علی ہجویریؒ نے جنیدؒ ہی کے حوالے سے کشف المحجوب میں لکھا ہے

شیخنا فی الاصول و البلاء علی المرتضیٰ [4]

اصول اور تکلیفوں کی برداشت میں ہمارے شیخ علی مرتضیٰؓ ہیں۔

---

[1] ابونصر عبداللہ بن علی السراج الطوسی، کتاب اللمع فی التصوف - رنولڈ الین نکلسون لیڈن ۱۹۱۴ء، ص۱۲۹، نیز دیکھیے ص۲۷۷، ۳۷۸۔ [2] اللمع، ص۳۷۸۔ [3] کتاب اللمع، ص۱۲۹۔ علم لدنی صرف حضرت علیؓ کے ساتھ مخصوص نہیں تھا بلکہ صوفیہ اکثر مشائخ کے بارے میں یہ یقین رکھتے ہیں کہ انھیں علم لدنی حاصل تھا۔ امیر خورد شیخ نظام الدین اولیاءؒ سے روایت کرتے ہیں کہ تین چیزیں کرامت کے بطور حاصل ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک علم بے تعلم ہے۔ ملاحظہ کیجیے سیر الاولیاء، ص۱۳۶، ۲۶۲ نیز دیکھیے ص۱۲۴، ۱۸۰ جس میں شیخ نظام الدین اولیاءؒ اور شیخ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے بارے میں علم لدنی کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ [4] ابوالحسن علی بن عثمان ہجویری، کشف المحجوب، اسلام آباد ۱۹۶۷ء، ص۶۰

شیخ فرید الدین عطار نے اسی بات کو جنیدؒ ہی کے حوالے سے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

شیخ ما در اصول و فروع وبلا کشیدن امیر المومنین علی مرتضیٰ است علیہ السلام [1]

اصول و فروع اور تکلیفوں کی برداشت کے سلسلے میں ہمارے شیخ امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ ہیں علیہ السلام

یہاں اس باب خاص کے بارے میں صوفیہ کے اقوال کا استقصا مقصود نہیں ہے مقصد صرف اس امر کی وضاحت ہے کہ علم تصوف ایک مخصوص علم ہے اور صوفیہ کی اکثریت یہ سمجھتی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے یہ علم صرف حضرت علی کو ودیعت ہوا تھا۔ اسی وجہ سے اکابر صوفیہ کا مسلک یہ رہا ہے کہ اس علم خاص کو عام کرنا مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ ابو طالبؒ مکی قوت القلوب میں لکھتے ہیں۔

کان عند اہل العلم ان علمہم مخصوص لا یصلح الا مخصوص [2]

اہل علم کا مسلک یہ رہا ہے کہ یہ ایک مخصوص علم ہے اور صرف مخصوصین ہی کے لئے مناسب ہے۔

یہ علم باطن حضرت علی سے جن حضرات کو منتقل ہوا ان میں مشہور تابعی حضرت حسن بصریؒ کا نام شامل ہے۔ بیشتر سلاسل تصوف انھیں پر منتہی ہوتے ہیں۔ سلسلہ چشتیہ کا سلسلہ اسناد بھی حضرت حسن بصریؒ تک پہنچتا ہے [3] ان کے اور خواجہ معین الدین چشتیؒ کے درمیان جنھوں نے ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کی بنیاد ڈالی مشائخ کا ایک سلسلہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے بعد آنے والے کا مرشد در شیخ ہے اور علوم باطن سے آشنائی کا ذریعہ۔ اس طرح یہ سلسلہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ مختلف ادوار میں یہ مشائخ اسرار و رموز

---

[1] شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری۔ تذکرۃ الاولیا، تصحیح دکتر محمد استعلامی، تہران ۱۳۴۶ شمسی، ص ۲۰.

[2] ابو طالب مکی، قوت القلوب، مصر ۱۹۳۲ء، جلد اول [illegible] دیکھیے صد ۱۲۳ ا۔ [3] چشتی سلسلۂ اسناد کے لئے ملاحظہ کیجیے سیر الاولیا، صد ۴۱، ۵۵، ۲۲۹-۲۴۱، خیر المجالس صد ۸۔ اس سلسلے میں ابن خلدون لکھتے ہیں "ختی جعلوا مستند طریقہم فی لبس الخرقۃ ان علیا رضی اللہ عنہ البسہا الحسن البصری واخذ علیہ العہد بالتزام الطریقۃ واتصل ذالک عنہم بالجنید من شیوخہم"۔ المقدمہ، بیروت صد ۳۲۳

طریقت اور دین کے باطنی علوم کے امین اور محافظ اور اس کی توسیع و اشاعت کا ذریعہ رہے ہیں۔ ان حضرات کو مرشد، شیخ، استاذ اور پیر کے مختلف القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔

دین کے باطنی پہلو کے امین اور محافظ ہونے کی حیثیت سے شیخ کا ایک مخصوص مقام اور منصب ہے۔ یہ منصب نیابت رسولؐ کا منصب جلیل ہے۔ میر خورد لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| وشیخ قائم مقام پیغمبر است فان الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ [1] | شیخ قائم مقام پیغمبر ہے اس کی حیثیت اپنی قوم میں وہی ہے جو رسول کی امت میں۔ |

یہی مصنف ایک اور جگہ شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

| | |
|---|---|
| مجلس آں بزرگوار کہ مشابہ مجلس رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بود [2] | ان کی مجلس حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے مانند تھی |

شیخ شہاب الدین سہروردی خرقہ کے سلسلے میں لکھتے ہیں

| | |
|---|---|
| ید الشیخ فی لبس الخرقۃ تنوب عن ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم المرید لہ تسلیم اللہ ورسولہ [3] | خرقہ پہننے میں شیخ کا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی نیابت کرتا ہے اور مرید کی طرف سے شیخ کی اطاعت دراصل اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے۔ |

میر خورد نے شیخ نظام الدین اولیاء کا قول نقل کیا ہے۔

---

[1] کشف المحجوب، تصحیح ژوکوفسکی، تہران ص ۶۱-۶۲، سیر الاولیا ص ۳۷ نیز دیکھیے ص ۳۴۷ حمید قلندر خیر المجالس کے دیباچہ میں ص ۲ شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے سلسلہ میں لکھتے ہیں: "جادت النبوۃ فی شیخۃ والشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ" [2] سیر الاولیاء، ص ۳۶۹۔ [3] شیخ شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف ملحق احیاء العلوم الدین، مصر ص ۷۸۔ ایک اور جگہ (ص ۲۳۷) لکھتے ہیں "رتبہ المشیخۃ من اعلی الرتب فی طریقۃ الصوفیۃ ونیابۃ النبوۃ فی الدعاء الی اللہ۔

| | |
|---|---|
| فرمان شیخ ہمچو فرمان رسول است علیہ السلام [1] | شیخ کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی طرح ہے۔ |

چنانچہ ابوعلی دقاق اپنے پیر ابوالقاسم نصرابادی کے سلسلے میں کہتے تھے۔

| | |
|---|---|
| وکنت افکر فی نفسی کثیراً انہ لو | میں اکثر اپنے دل میں سوچا کرتا تھا کہ اگر اللہ عزوجل |
| بعث اللہ عزوجل فی وقتی رسولاً | میرے زمانے میں کوئی رسول مبعوث فرمادے |
| ھل یمکننی ان ازید فی حشمۃ | تو کیا یہ میرے لئے ممکن ہوگا کہ میں ان کے |
| علی قلبی فوق ماکان منہ | لئے اپنے دل میں اس سے زیادہ احترام محسوس |
| رحمۃ اللہ فکان لا یتصور | کرسکوں جتنا کہ میں شیخ کے لئے محسوس کرتا ہوں |
| لی۔ [2] | تو یہ بات میرے تصور میں نہیں آتی تھی۔ |

تصوف میں صوفیہ کی نیابت رسول کا واقعی مفہوم ان اقتباسات سے کسی حد تک واضح ہوجاتا ہے۔

چونکہ دین کے اس باطنی پہلو کے امین، محافظ اور شارح اور نائب رسول ہونے کا منصب پیر کو حاصل ہے اس لئے اس علم کا حصول اور اس تجربے کی معرفت پیر کے واسطے اور ذریعے کے بغیر ممکن نہیں۔ جب تک کسی پیر کی حلقہ بگوشی نہ اختیار کرلی جائے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کے تصرف میں نہ دیدیا جائے اس وقت تک اس علم باطن تک رسائی اور اسرار و رموز طریقت سے آشنائی ممکن نہیں۔ پیر کی رہنمائی کے بغیر محض شخصی عبادت اور ریاضت کے ذریعہ کمال حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اس راہ کے پیچ وخم اور نشیب و فراز سے کچھ وہی واقف ہوتا ہے۔ [3]

شیخ کے اسی منصب، ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر صوفیہ کا یہ راسخ عقیدہ ہے کہ:

---

[1] فوائد الفواد ص۳۹۲، سیر الاولیا ص۳۴۲۔ [2] ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری، الرسالہ القشیریہ، مصر ۱۲۸۴، ص۱۴۷۔ [3] مثلاً دیکھئے ابوعبدالرحمٰن محمد بن الحسین السلمی، طبقات الصوفیہ، تحقیق جوہانس پیڈرسن، لیڈن، ۱۹۶۰ء، ص۳۷۳-۳۷۴، ۲۷۴، ۵۳۴، الرسالہ القشیریہ مصر ۱۹۴۰ء، ص۱۹۹، عوارف المعارف ۷۸، فوائد الفواد ص۶۵-۶۶، ۱۱۱-۱۱۲، ۷۸، ۲۹۲، ۳۱۸، ۳۱۹۔ خیر المجالس ص۲۴۷، ۸۴، سیر الاولیا ص۳۲۷-۳۲۸۔

من لیس له شیخ فشیخه ابلیس [۵۱] جس کا کوئی شیخ نہیں ہوتا اس کا شیخ ابلیس ہوتا ہے
شیخ شہاب الدین سہروردی نے اس امر کی وضاحت ایک مثال سے کی ہے۔ فرض کیجیے دو پودے ہیں۔ ایک خود رو ہے جب کہ دوسرے کی شروع ہی سے ایک ماہر مالی نے نگہداشت کی، پھر پوری احتیاط سے ایک مناسب جگہ پر نصب کیا اور مسلسل اس کی دیکھ بھال کرتا رہا، ظاہر ہے دونوں پودوں کی اٹھان مختلف انداز سے ہوگی اور نتائج بھی بالکل مختلف برآمد ہوں گے۔ پہلا پھل اور پھول سے عاری ہوگا اور اگر اس میں پھل بھی آئے تو وہ جنگلی پھل ہوں گے، بے مزہ اور ترش جب کہ دوسرے پودے میں بہترین فصل آئے گی [۵۲] پیر کے سامنے خود سپردگی کو وہ "ولادت ثانیہ" سے تعبیر کرتے ہیں۔ جس طرح جسمانی ولادت انسان کو مادی عالم سے روشناس کراتی ہے اسی طرح "ولادت ثانیہ" اس کو عالم روحانی سے متعارف کراتی ہے جہاں وہ باطنی حقائق کے اعلیٰ اور لطیف ترین پہلوؤں سے روشناس ہوتا ہے اور اس کی پرپیچ راہوں پر جادہ پیمائی کی صلاحیت حاصل کرتا ہے [۵۳]

پیر کے منصب اور مقام اور ان ذمہ داریوں کی اہمیت اور نزاکت کے پیش نظر جو اسے انجام دینی ہوتی ہیں اس کو دل و دماغ کی غیر معمولی صلاحیتوں کا حامل ہونا چاہیے۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی نے سالکین راہ طریقت کو چار طبقوں میں تقسیم کیا ہے: مجذوب مطلق، سالک نامتدارک بجذبہ، سالک متدارک بجذبہ اور مجذوب متدارک بسلوک۔ پہلے دو طبقے اس منصب کے شایاں نہیں۔ سالک متدارک بجذبہ اس راہ میں ریاضت اور مجاہدہ کے ذریعہ داخل ہوتا ہے پھر جذبہ الٰہی اس کی دستگیری کرتا ہے۔ یہ اس منصب

---

[۵۱] یہ بیان ابویزید بسطامی سے منسوب کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ کیجیے الرسالۃ القشیریہ، مصر ۱۹۴۰ء ص ۱۱۹ نیز دیکھیے فوائد الفواد ص ۲۹۲، سیر الاولیا، ص ۳۲۶-۳۲۷ [۵۲] عوارف المعارف ص ۷۵۔ [۵۳] عوارف المعارف ص ۴۷۔ شیخ نصیر الدین محمود نے ایک موقع پر فرمایا کہ درویشوں کے درمیان دو گالیاں ہیں ایک 'حبرت' اور دوسری 'مقلد'۔ مقلد اسے کہتے ہیں جس کا کوئی پیر نہ ہو اور حبرت اسے کہتے ہیں جو درویشوں کا لباس پہنے اور سلاطین و امرا کے آگے دست سوال دراز کرے۔ خیر المجالس، ص ۸۰

کی اہلیت رکھتا ہے لیکن درجہ کمال تک پہونچنے کی اہلیت اس کے اندر بھی نہیں ہے۔ درجہ کمال تک صرف مجذوب متدارک لسلوک پہونچتا ہے جس کے روحانی سفر کا آغاز جذب رحمانی سے ہوا ہو اور بعد میں اس نے شعوری طور پر ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ روحانی کامرانیوں کے حصول کی سعی پیہم کی ہو[۱] انھیں دونوں آخر الذکر طبقوں کے ذریعہ باطنی علوم اور روحانی تجربات کا سلسلہ چلتا ہے۔ ایک دوسرے موقع پر شیخ نصیر الدین نے اس منصب کے لئے تین چیزوں کی شرط رکھی ہے مال، علم اور حال پھر فرماتے ہیں کہ مال کی چنداں ضرورت نہیں، علم اور حال کافی ہیں[۲] شیخ نظام الدین اولیاء فرمایا کرتے تھے کہ

اول درجہ دریں کار علم است[۳] — اس کام میں سب سے پہلے ضرورت علم کی ہے

ایک اور جگہ فرماتے ہیں

پیر آں چناں باید کہ در احکام شریعت و طریقت و حقیقت عالم باشد[۴] — پیر ایسا ہونا چاہیے جو شریعت، طریقت اور حقیقت کے احکام کا عالم ہو۔

نظام تصوف میں اصل توجہ تربیت کی طرف ہے، تصوف کا بڑا حصہ احوال و کیفیات پر مشتمل ہے اور احوال و کیفیات تعلیم کے ذریعہ نہیں پیدا کی جا سکتی اس کے لئے کسی ایسے شخص کی توجہ اور تربیت کی ضرورت ہے جو خود ان مراحل سے گذر چکا ہو۔ اسی لئے پیر کے روحانی تصرف اور اختیار کو تسلیم کر لینا ہی اور اس کے سامنے خود سپردگی ہی کافی نہیں ہے بلکہ یہ ضروری ہے کہ پیر کی باضابطہ نگرانی میں اس وقت تک رہا جائے جب تک کہ پیر کو یہ اطمینان نہ ہو جائے کہ مرید کے اندر مطلوبہ صفات اور کیفیات پیدا ہو چکی ہیں اور اب وہ مستقل نگرانی کا محتاج

---

[۱] خیر المجالس، ص۴۷-۴۸۔ نیز ملاحظہ کیجئے عوارف المعارف ص۷۵، ۷۶۔

[۲] خیر المجالس ص۷۴، ۷۵ — [۳] سیر الاولیاء ص۲۹۸

[۴] فوائد الفواد ص۲۴۹-۲۵۰، شیخ کے لئے کم سے کم معیار کمال کے لئے ملاحظہ کیجئے سیر الاولیاء ص۳۵۹ نیز دیکھئے فوائد الفواد ص۳۶۳-۳۶۴۔ کشف المحجوب، تہران ص۶۱، ۶۲

نہیں رہ گیا ہے۔ اسی لئے نظام تصوف صحبت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے[۱]۔ صحبت کے استحقاق کے لئے یہ ضروری ہے کہ مرید اسے پیر تسلیم کرے۔ اور اس کے روحانی تصرفات کو بغیر تحفظ کے قبول کرے، یہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ پیر بھی اس کی روحانی تربیت اور نگرانی کی ذمہ داری قبول کرے۔ جب تک دونوں طرف سے آمادگی نہ ہوگی روحانیت کا فیضان نہ ہوسکے گا۔ اس عمل کو تصوف کی اصطلاح میں بیعت[۲] کہتے ہیں۔

بیعت سلسلہ تصوف سے وابستگی کی ابتدا ہے۔ یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ بیعت کرنے والے نے پیر کی روحانی اختیار کو بغیر کسی طرح کے تحفظ کے تسلیم کرلیا ہے اور اپنے آپ کو مکمل طور اس کا پابند بنالیا ہے۔ مرید کو پیر پر محکم اور غیر متزلزل اعتقاد ہونا چاہئے کہ وہ پیر کی رہنمائی کے بغیر خدا تک نہیں پہنچ سکتا صرف اس کا پیر ہی اسے خدا تک پہنچا سکتا ہے۔

مرید را اعتقاد و محبت پیر بجے باشد و بشابہ رسد کہ در زمانِ خود جز پیر خود دیگرے را نداند کہ بخدائے می رساند۔۔۔۔ واگر در خاطر مرید سمت اعتقاد ہم بگذرد کہ در عالم غیر پیر من کسے ہست کہ بخدا می رساند بانقطع شیطان ملعون در اعتقاد تصرف کند[۳]

مرید کے دل میں پیر کی محبت اور اعتقاد اس حد تک ہونا چاہئے کہ وہ یہ سمجھے اس زمانے میں اسے اس کے علاوہ اور کوئی بھی خدا تک نہیں پہونچا سکتا۔۔۔۔ اگر کبھی مرید کے دل میں یہ خیال بھی آجائے کہ پیر کے علاوہ بھی کوئی خدا تک رسائی کا ذریعہ بن سکتا ہے تو یقینی طور پر شیطان نے اس کے اعتقاد میں خلل اندازی کی ہے۔

پیر کے سامنے مکمل خود سپردگی کو اصطلاح تصوف میں تفویض اور تحکم[۴] کہتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مرید پیر کے احکام کا اس طرح پابند ہوجائے کہ اس کی اپنی کوئی راہ نہ رہ جائے۔ پیر کے

---

[۱] الرسالۃ القشیریۃ، ص۱۴۶–۱۴۷، ۱۴۳، عوارف المعارف ص۱۴۶، ۱۴۷، کشف المحجوب تہران ص۳۹۴ – ۴۴۲
[۲] بیعت کے سلسلے میں تفصیلات کے لئے ملاحظہ کیجئے سیر الاولیا، ص۳۲۱ – ۳۲۳۔
[۳] سیر الاولیا، ص۳۴۵۔ [۴] فوائد الفواد ص۲۴۹ – ۲۵۲، سیر الاولیا، ص۳۴۳

کسی بھی حکم کے بارے میں کسی طرح کی ہچکچاہٹ یا تردد نہ ہونا چاہئے۔ اگر کبھی اس کے دل ودماغ میں پیر کی کسی رائے یا حکم کی صحت ومعقولیت کے بارے میں کوئی شبہ سر ابھارے تو اسے قصہ موسیٰؑ وخضرؑ کو اپنے ذہن میں دہرا لینا چاہئے[۱]۔ پیر کے احکام کی بالکل اسی طرح بے لاگ اور مکمل پیروی کرنی چاہئے جیسے نبیؐ کے احکام کی پیروی کی جاتی ہے[۲]۔ پیر مرید کا مشرفِ ظاہر وباطن ہوتا ہے[۳]۔ اسے مرید کی روحانی کیفیت کا علم ہوتا ہے اور اس کی ضرورتوں اور کمزوریوں سے واقف ہوتا ہے اس لئے وہ مرید کی ضرورتوں اور اس کے حالات کے مطابق اس کی تربیت کرتا ہے اور اپنی رہنمائی میں راستے کے نشیب وفراز سے بچاتا ہوا منزلِ مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔ جسے راستے کا نہ کوئی اندازہ ہو اور نہ علم اس کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ زمام اختیار کو کسی دانائے سبل کے ہاتھ میں دیدے[۴]۔

جب پیر کسی فرد کو اپنے حلقہ ارادت میں قبول کر لیتا ہے تو مرید کی روحانی تہذیب وترقی اس کی ذمہ داری ہو جاتی ہے۔ مرید پیر کی مستقل نگرانی میں رہتا ہے۔ اس کی مصروفیات کا پورا لائحہ عمل پیر کی ہدایت کے مطابق تیار ہوتا ہے اس کا کھانا پینا، عبادات، اوراد ونوافل کی کمیت ومقدار، اوقات خواب وشب خیزی سب کچھ پیر کی نگرانی میں ہوتا ہے۔ جب پیر کو یہ اطمینان ہو جاتا ہے کہ مرید اب نفس کشی اور روحانی ترقی کے اس مرتبہ تک پہنچ گیا ہے جہاں اسے اب مستقل نگرانی کی ضرورت باقی نہیں رہی تو اسے یا تو اپنی جگہ پر لوٹ جانے کی اجازت دی جاتی ہے یا کسی نئی جگہ اس کام کی توسیع واشاعت کے لئے بھیج دیا جاتا ہے۔ بعض کا قیام مستقل طور پر خانقاہ میں رہتا ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے مریدین کو معنوی اولاد کہا ہے[۵]۔ اور اس عمل کو دودھ پلانے اور دودھ چھڑانے (ارضاع وفطام) سے تعبیر کیا ہے[۶]۔ فطام کے وقت کا تعین

---

[۱] الرسالۃ القشیریۃ، ص۱۶۴ - ۱۶۵، عوارف المعارف ص۷۸ [۲] کشف المحجوب، تہران ص۱۶۱-۱۶۲ عوارف المعارف، ص۷۳، ۸۰، فوائد الفواد ص۳۹۲، خیر المجالس، دیباچہ ص۲، سیر الاولیاء ص۳۶۹-۳۷۰

[۳] مثلاً ملاحظہ کیجئے کشف المحجوب ص۱۶۱، ۱۶۲ [۴] عوارف المعارف ص۷۸، ۱۶۴ - ۱۶۵

[۵] عوارف المعارف ص۷۴، نیز دیکھئے فوائد الفواد ص۵۵ [۶] عوارف المعارف ص۷۹

پیری کر سکتا ہے۔ جب پیر مطمئن ہوجاتا ہے تو خرقہ عنایت کیا جاتا ہے اور رخصت کی اجازت دی جاتی ہے۔ خرقہ عموماً دو طرح کا ہوتا ہے۔ خرقہ ارادت اور خرقہ تبرک[51]۔ جن لوگوں کو خرقہ ارادت عنایت ہوتا ہے انھیں عموماً خلافت کا شرف بھی حاصل ہوتا ہے اور مرید کرنے کی اجازت دیجاتی ہے۔ خرقہ تبرک عام ہے اور خرقہ ارادت خاص۔ شیخ نظام الدین اولیاؒ نے ایک موقع پر فرمایا کہ انھوں نے جن لوگوں کو خرقہ دیا ان میں سے صرف دو تین افراد کو خرقہ ارادت دیا باقی کو خرقہ تبرک[52]۔

خرقہ اور اجازت کے بعد بھی مرید کے تعلق سے پیر کی ذمہ داریاں ختم نہیں ہوجاتیں۔ وہ راہ سلوک میں اس کی ترقی سے کبھی بھی غافل نہیں ہوتا خواہ مرید نے خود اپنا مقام بنا لیا ہو اور دوسروں کی رہنمائی کر رہا ہو۔ شیخ اس کی مصروفیات پر نظر رکھتا ہے اور رہنمائی کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ رہنمائی کا یہ عمل کبھی کبھی خواب کے ذریعہ بھی قائم رہتا ہے[53]۔ یہ بھی یقین کیا جاتا ہے کہ شیخ کے دو مستقل تشخص ہوتے ہیں" ایک روحانی اور ایک جسمانی"[54]

| | |
|---|---|
| پیر را دو صورت است ، صورت روحانی و صورت جسمانی ، ہر کجا کہ بصورت جسمانی حاضر نیست روا باشد کہ صورت روحانی حاضر آید[55] | پیر کی دو صورتیں ہوتی ہیں ، صورت روحانی اور صورت جسمانی ، یہ ممکن ہے کہ وہ اس جگہ اپنی روحانی میں موجود ہو جہاں وہ جسمانی صورت میں موجود نہ ہو۔ |

چنانچہ اگر اس کے جسمانی وجود کا تصور کیا جائے تو وہ روحانی صورت میں موجود ہو سکتا ہے۔

| | |
|---|---|
| روا باشد کہ چوں جسمانی را تصور کند صورت روحانی حاضر شود[56] | یہ ممکن ہے کہ جب ان کے جسمانی وجود کا تصور کیا جائے تو وہ اپنی روحانی صورت میں حاضر ہو جائے۔ |

---

[51] سیر الاولیا ، ص ۳۵۳-۳۵۴ [52] سیر الاولیا ، ص ۳۵۲ ۔ شیخ شہاب الدین سہروردی (عوارف ص ۷۹-۸۰) لکھتے ہیں کہ خرقہ پہنانے کی رسم جیسی کہ ان دنوں رائج ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں رائج نہ تھی ۔ ابن عربی کی رائے میں اس رسم کی ابتدا شبلیؒ کے زمانے میں ہوئی ۔ ملاحظہ کیجئے نسبۃ الخرقہ ، مخطوطہ انڈیا آفس ، لندن ۔ نمبر ۶۵ ماخوذ از الصلۃ بین التشیع والتصوف از کمال مصطفی الشیبی ، دار المعارف بمصر ۱۹۶۳ء

[53] فوائد الفواد ، ص ۱۶۰-۱۶۲ ، ۱۶۳ ، ۲۱۵ ، سیر الاولیا ، ۸۲-۸۳ ، ۲۴۷ [54] خیر المجالس ص ۶۳ ، ۲۶۰ ، ۲۶۱ ، ۲۶۶ ۔ [55] خیر المجالس ص ۲۶۰ [56] خیر المجالس ص ۲۶۶

یہیں سے یہ تصور جنم لیتا ہے کہ پریشانی اور مصیبت میں اگر پیر کو پکارا جائے تو وہ دستگیری کرتا ہے اور مرید کو مصیبت اور پریشانی سے نجات دلاتا ہے۔ اسی تصور کے زیر اثر مرید پریشانی کے اوقات میں شیخ کو پکارتے ہیں اور اسے یاد کرتے ہیں[۱]۔ اس تصور کے اثرات کتنے وسیع اور ہمہ گیر ہے اس کا کچھ اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ بعض مواقع پر مریدین کو صراحتاً اس امر کی تاکید کی جاتی ہے کہ سخت پریشانی اور مصیبت کے وقت خدا کے بجائے پیر کو پکارنا زیادہ مفید ہے اور اس میں مقصد برآری کی امید زیادہ ہے۔ اس کی توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ مرید جب خدا کو پکارتا ہے تو وہ ایک ایسی شخصیت کو پکارتا ہے جس سے وہ بذات خود واقف نہیں ہے تو گویا اس نے خدا کو پکارا ہی نہیں لیکن جب وہ پیر کو پکارتا ہے تو وہ ایک ایسی شخصیت کو پکارتا ہے جس سے وہ اچھی طرح واقف ہے اور پیر خدا سے بخوبی واقف ہے اس طرح اگرچہ وہ بظاہر پیر کو پکارتا ہے لیکن اصلاً خدا ہی کو پکارتا ہے[۲]۔ اس سلسلہ میں امیر خورد نے سیر الاولیاء میں ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ شیخ ابوالحسن خرقانی کے کچھ متوسلین سفر تجارت پر روانہ ہو رہے تھے۔ انھوں نے پریشانی کے اوقات میں پڑھنے کے لئے ان سے کوئی دعا تعلیم کرنے کی درخواست کی۔ شیخ نے کہا کہ اگر کوئی خوف کا مقام آئے تو میرا نام لے لینا اور کہنا ابوالحسن خرقانی۔ راستے میں رہزنوں نے قافلہ پر حملہ کیا جن لوگوں نے شیخ کو یاد کیا وہ محفوظ رہے البتہ جنھوں نے خدا کو یاد کیا اور دعاؤں اور آیات کا سہارا لیا وہ سب جان سے گئے[۳]۔

پیر اور مرید کے تعلق کی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ پیر کے انتقال سے بھی یہ سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ پیر کی رہنمائی اور دستگیری کا مسئلہ موت کے بعد بھی قائم رہتا ہے۔ صوفیہ کے یہاں یہ پختہ عقیدہ ہے کہ اولیاء اللہ موت کے بعد بھی اس عالم مادہ پر اثر انداز ہونے کی

---

۱؎ مثلاً شیخ حاضر باش۔ شیخ مادر پناہ تومی رویم وغیرہ۔ ملاحظہ کیجئے فوائد الفواد ص ۹۹-۱۰۰
۱۲۹-۱۳۰، ۳۲۵، سیر الاولیاء ص ۱۱۰
۲؎ سیر الاولیاء، ص ۳۴۵
۳؎ نقش مصور

قدرت رکھتے ہیں[1]۔ موت پیر کے روحانی فیوض کو روکنے سے قاصر ہے۔ یہی سبب ہے کہ مزاروں اور مقابر میں عبادات اور دعائیں زیادہ موثر مانی جاتی ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ بیمار پڑے اور دعاؤں سے کوئی افاقہ نہ ہوا تو انھوں نے اپنے مریدین کو مختلف مزاروں اور مقابر میں جا کر دعائے صحت کرنے کی ہدایت کی[2]۔ شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ شاہی موی تاب کا ذکر کیا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ میرے مرنے کے بعد جسے بھی کوئی ضرورت پیش آئے وہ تین دن میری قبر کی زیارت کرے۔ اگر تین دن میں کام پورا نہ ہو تو چوتھے دن بھی آئے۔ اگر اس کے بعد بھی وہ کام پورا نہ ہو تو پانچویں دن آئے اور میری قبر کو ریزہ ریزہ کردے[3]۔ مصنف سیر الاولیاء شیخ نظام الدین اولیاء سے ناقل ہیں

ہر حاجتے کہ مرا باشد پیش خاک والدہ خود عرض
دارم غالب آں باشد کہ ہم در ہفتہ بکفایت
شود و کم باشد تا ماہے بکفایت رسد[4]

مجھے جو بھی ضرورت پڑتی ہے اسے اپنی والدہ کی قبر کے سامنے پیش کر دیتا ہوں۔ عموماً یہ ضرورت ہفتہ کے اندر ہی پوری ہو جاتی ہے۔ ایسا کم ہی ہوتا ہے ایک مہینہ لگ جائے۔

---

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار (مطبع احمدی ۱۲۸۰ھ، ص۱۳) میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ کہتے تھے "من دستگیری کنم ہر کرا از مریدان من مرکب بلغزد دا زیانی درآئند تا روز قیامت"، [2] فوائد الفواد ص۸۷-۸۸ نیز دیکھئے کشف المحجوب، تہران، ص۷۷، خیر المجالس ص۷۲-۷۳، ۸۸-۸۹، ۱۲۲، ۱۴۴، ۱۹۹، ۱۴۰، ۱۷۰، ۲۴۱-۲۴۲، سیر الاولیاء، ص۵۷، ۲۴۶، اخبار الاخیار ص۵۷، ۵۸، [3] فوائد الفواد ص۱۵۹-۱۶۰

[4] فوائد الفواد ص۱۱۲-۱۱۳، سیر الاولیاء ص۱۶۰۔ طبقات الصوفیہ (ص۸۵) میں خواجہ معروف کرخیؒ کی قبر کے بارے میں لکھا ہے "قبرہ الیوم ببغداد ظاہر یستشفی بہ و یتبرک بزیارتہ"، قشیریؒ انھیں کی قبر کے بارے میں رسالہ قشیریہ (ص۱۰) لکھتے ہیں "یقول البغدادیون قبر معروف تریاق مجرب"۔ حمید قلندر (خیر المجالس ص۲۴۲) شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے مزار کی نسبت سے لکھتے ہیں "در دل من گذشت کہ حاجتے است از روضہ شیخ خواستہ ام شیخ نسبندہ است۔ از دیگرے چہ خواہم"۔ شیخ علی ہجویری (کشف المحجوب، تہران، ص۱۹۹) ابوالعباس سیاری کی قبر کے بارے میں لکھتے ہیں "امروز گور او مشہور و ظاہر است و مردمانی بحاجت خواستن آنجا روند و مہمات از آنجا ملتمس و مجرب است"۔

اس صورت حال میں یہ بات فطری ہے کہ پیر کے انتقال کے بعد مریدین ان کے مزار پر حاضر ہوتے رہیں اور لامحدود فیوض و برکات سے شاد کام ہوتے رہتے ہیں[1] کبھی کبھی قبروں سے آواز سننے کا بھی شرف حاصل کرتے ہیں[2] یہی وجہ ہے کہ چشتی سلسلہ میں مشائخ کے مزارات کو بڑی اہمیت اور تقدیس حاصل ہوگئی ہے[3] اور یہ سلسلہ کی سب سے زیادہ واضح علامت کے طور پر ابھر کر سامنے آتے ہیں، چنانچہ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ بیشتر اہم چشتی مراکز سلسلہ کے کسی نہ کسی بزرگ کے مزار کے آس پاس قائم ہیں۔ اسی طرح مشائخ کے سالانہ عرس اور اس سے متعلق تقریبات کو بھی ایک خصوصی اہمیت حاصل ہوگئی ہے[4] پیر کے انتقال کے بعد ارشاد و رہنمائی کا سلسلہ بھی بند نہیں ہوتا۔ یہ رہنمائی عموماً خواب کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اس کی ایک شکل تو یہ ہوتی ہے کہ پیر از خود کسی مسئلہ کی طرف خواب میں مرید کو توجہ دلائے[5] دوسری شکل یہ ہوتی ہے کہ مرید کسی خاص مسئلہ کے بارے میں پیر کی رہنمائی کا طالب ہو اور خواب میں اسے اس کے متعلق ہدایات مل جائیں[6] صوفی لٹریچر میں دونوں ہی طرح کی مثالوں کی کمی نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں بطور مثال بعض واقعات نقل کئے جاتے ہیں اس سے ایک عمومی اندازہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ قاضی محی الدین

---

[1] فوائد الفواد، صد ۷، ۱۰۰-۱۰۱، سیر الاولیا، صد ۱۱۱، ۴۶۸، ۲۷۴، ۲۷۵۔ [2] فوائد الفواد صد ۶۵، ۲۴۲، خیر المجالس، صد ۱۲۷، ۲۱۴، سیر الاولیا۔ صد ۶۰-۶۱، ۳۰۶ [3] شیخ نظام الدینؒ نے انتقال سے پہلے سارا اثاثہ فقرا میں تقسیم کرا دیا تھا۔ خدمت گاروں نے عرض کیا کہ آپ کے بعد ہمارا کیا ہوگا انہوں نے فرمایا میرے روضے سے تم کو اتنا کچھ ملتا رہے گا جو تمہارے لئے کافی ہوگا" فرمودند کہ شمارا در روضہ من چنداں برسد کہ کفاف باشد"۔ سیر الاولیا صد ۱۶۲ [4] ابتدائی چشتی دور میں عرس کے لئے دیکھئے فوائد الفواد صد ۲۰۹، خیر المجالس صد ۸-۹، ۲۵۲-۲۵۳، ۲۴۴۔ [5] فوائد الفواد، صد ۱۶۰-۱۶۲، ۱۶۳، سیر الاولیا، صد ۳۸۷، ۴۱۱۔ [6] خیر المجالس، صد ۱۲۵-۱۲۶۔ شیخ ملک یار پراںؒ نے خواب میں اپنے ایک مرید کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھوڑے کو شیخ نظام الدینؒ کی خدمت میں پیش کرے۔ شیخ نظام الدینؒ نے اسے اس وقت تک قبول نہیں کیا جب تک انھیں اس سلسلے میں اپنے پیر سے خواب میں اجازت نہیں مل گئی۔

کاشانیؒ اور مولانا فصیح الدینؒ ایک ساتھ مرید ہونے کی نیت سے شیخ نظام الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے شیخ نے قاضی محی الدین کو تو اسی وقت حلقہ ارادت میں شامل کر لیا لیکن مولانا فصیح الدین سے کہا کہ آپ کے معاملہ میں شیخ فرید الدینؒ سے پوچھنا پڑے گا۔ شیخ کا انتقال ہو چکا تھا۔ مولانا کو حیرانی تو بہت ہوئی لیکن خاموش رہے۔ دوسرے دن شیخ نے کہا کہ میں نے آپ کا معاملہ شیخ فرید الدینؒ کے سامنے رکھا۔ انھوں نے قبول فرمایا اس لئے آپ بیعت کر لیں[۱]۔ ایک اور موقع پر شیخ نظام الدین نے فرمایا کہ شیخ فرید الدینؒ نے مجھے خواب میں ہدایت کی کہ ہر روز میں سو بار یہ دعا پڑھ لیا کروں لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ۔ لہ الملک و لہ الحمد وھو علی کل شیٔ قدیر۔ دوسری مرتبہ خواب ہی میں یہ تاکید کی کہ نماز عصر کے بعد چند مرتبہ سورہ نبا پڑھ لیا کریں[۲]۔

اس عالم کے نظام باطن میں اولیاء اللّٰہ اور مشائخ کو جو مقام حاصل ہے اور اس کے بست و کشاد پر ان کو جو اختیارات حاصل ہیں اس کے پیش نظر ان کے لئے مقام شفاعت کا دعویٰ کچھ زیادہ تعجب خیز نہیں۔ شیخ فرید الدین عطارؒ اویس قرنیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

| | |
|---|---|
| اویس گفت کہ "بعدد موی گوسفندان ربیعہ ومضر از امت محمدؐ بخشید ندازبرکات ایں مرقع[۳] | اویسؒ نے کہا ربیعہ ومضر کی بھیڑوں کے بالوں کے بقدر امت محمدؐ کو اس مرقع کی برکت سے بخش دیا۔ |

ابوطالب مکی نے شفاعت کے تصور کو وسعت دی اور کہا:

| | |
|---|---|
| یشفع یوم القیامۃ الانبیاء ثم العلماء ثم الشھداء[۴] | قیامت کے دن انبیاء شفاعت کریں گے پھر علماء پھر شہداء |

---

[۱] سیر الاولیاء، ص۳۱۱ [۲] فوائد الفواد ص۱۶۲-۱۶۳، سیر الاولیاء ص۳۴۷۔ امیر خورد (سیر الاولیاء، ص۳۴۷) نے اپنا یہ واقعہ لکھا ہے۔ انھوں نے جب شیخ نظام الدینؒ سے بیعت کی تھی اس وقت وہ صغیر السن تھے اس وجہ سے شیخ نے انھیں تلقین نہیں کی تھی جو بیعت کا ایک جزء لازم ہے۔ ۲۲ ربیع الآخر ۷۵۵ھ کی شب میں انھوں نے شیخ کو خواب میں دیکھا۔ شیخ نے انھیں تجدید بیعت بھی کرائی اور تلقین بھی کی۔ [۳] تذکرۃ الاولیاء ص۲۲۔ [۴] قوت القلوب، جلد دوم ص۱۲۰

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آگے چل کر یہ تصور عام ہوگیا چنانچہ میر خورد نے شیخ نظام الدینؒ کا قول نقل کیا ہے ۔

| | |
|---|---|
| بعضے ایں طائفہ را میان دزدان روز قیامت بستانند و ایشان بگویند، دزدی نکردہ ایم جواب آید کہ جامہ مرداں پوشیدید و عمل ایشاں نکردید ۔ آخر ہم بشفاعت پیراں نجات یابند[1] | اس گروہ (صوفیہ) کے بعض لوگوں کو روز قیامت چوروں کے درمیان لے جائیں گے ۔ وہ کہیں گے ہم نے چوری تو نہیں کی جواب آئے گا کہ تم نے جو لباس پہنا اس کا حق ادا نہ کیا ۔ آخر کار پیروں کی شفاعت سے وہ بھی نجات پائیں گے ۔ |

اس سلسلہ میں خواجہ عثمان ہارونیؒ کا ایک واقعہ قابل ذکر ہے ۔ ان کے ایک مرید کا انتقال ہوا فرشتوں نے عذاب دینا چاہا تو وہ مانع ہوئے ۔ فرشتوں نے حسب فرمان رب العزت کہا کہ یہ آپ کے راستے سے ہٹا ہوا تھا ۔ شیخ نے کہا یہ صحیح ہے لیکن تھا تو میرا مرید اور مجھ سے وابستہ ۔ فرشتوں کو حکم ہوا کہ شیخ عثمان کے مرید سے تعرض نہ کریں[2] ۔ اسی طرح میر خورد نے مشہور مورخ اور شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے مرید ضیاء الدین برنی کی کتاب "حسرت نامہ" سے نقل کیا ہے کہ برنی کے دل میں یہ خلش تھی کہ مشائخ سلف کی روایت کے برعکس شیخ نظام الدین اولیاءؒ کا حلقہ ارادت اتنا وسیع کیوں ہے اور بلا تحقیق و جستجو سبھی کو مرید کیوں بنا لیتے ہیں ؟ شیخ نے اس کی توجیہہ میں کئی اور باتوں کے ساتھ ساتھ خاص طور سے یہ بات کہی کہ ایک موقع پر شیخ فریدؒ نے فرمایا تھا کہ اگر فردائے قیامت بارگاہ بے نیازی میں ان کی کچھ آبرو ہوئی تو وہ میرے مریدین کو لئے بغیر جنت میں قدم نہیں رکھیں گے ۔ اس کے بعد شیخ نظام الدینؒ نے فرمایا جب ایسے واصل درگاہ بے نیازی نے میرے مریدین کی ذمہ داری لے لی ہے (متعہد شد) تو میں کسی کو بھی بیعت سے کیسے منع کر سکتا ہوں[3] ۔ اسی لئے صوفیہ کا یقین ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے پیر کے جھنڈے کے

---

[1] سیر الاولیاء ص ۳۵۴ [2] سیر الاولیاء ص ۵۵ [3] سیر الاولیاء ص ۳۵۸ ۔ ۳۵۹ ۔ ایک اور موقع پر (سیر الاولیاء ص ۱۲۶) فرمایا کہ "مرا امشب نمودہ اند کہ نظام ہر کہ ترا دیدہ است از مومن من اوزا بیامرادیدم" ۔ سیر الاولیاء (ص ۱۲۱) میں ہی امیر خسرو سے یہ روایت منقول ہے "حضرت خواجہ (شیخ نظام الدینؒ) با خدا عہد خدائے کردہ است ہرگاہ در بہشت بخرامد بندہا برابر خود در بہشت برد انشاء اللہ تعالیٰ ۔

نیچے ہوگا[1] چنانچہ پیر کے علم کے نیچے محشور ہونے[2] اور وقت آخر یاد شیخ کی آرزو کی جاتی ہے[3]۔

یہی وجہ ہے کہ شیخ سے تعلق کی نوعیت کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ تمام کامیابیوں کی کلید اور ساری سعادتوں اور کامرانیوں کا منبع پیر کی ذات ہے۔ اس لئے اس کا احترام[4]، اس کی محبت اور اس کی اتباع مکمل ہونی چاہیئے۔

سالک راہی باید کہ محب ومشتاق وعاشق جمال ولایت پیر باشد تا اندک عملے وکثرت نیاز زود تر بمقصد اصلی کہ طالبان ایں راہ رسیدہ اند برسد۔[5]

سالک کو چاہیئے کہ جمال ولایت پیر کا محب ومشتاق وعاشق رہے تاکہ کم عملی اور کثرت نیاز کے طفیل زود تر اس مقصد اصلی تک پہنچ جائے جہاں اس راہ کے طالب پہنچ چکے ہیں۔

ایک مرتبہ مولف فوائد الفواد حسن سجزی نے شیخ نظام الدین اولیاؒ سے پوچھا کہ ایک مرید صرف پانچ وقت کی نماز پڑھ لیتا ہے اور تھوڑا بہت ورد کر لیتا ہے البتہ اس کے دل میں شیخ کی محبت بہت زیادہ ہے اور اس پر اعتقاد بہت پختہ۔ دوسرا مرید بہت عبادت کرتا ہے، بے اندازہ تسبیح اور اوراد کا اہتمام کرتا ہے، حج کرتا ہے مگر پیر کی محبت میں پختہ نہیں ہے۔ ان دونوں میں سے کس کا درجہ بلند ہے؟ شیخ نے جواب دیا کہ جو محب ومعتقد شیخ ہے اس کا تھوڑا سا وقت بھی اس متعبد کے تمام اوقات پر بھاری ہے۔ اعتقاد کی بنا پر شرف اسی کو حاصل ہے[6]۔ محبت حق بھی محبت پیر ہی کے تناسب سے نصیب ہوتی ہے[7]۔ تصور شیخ حصول مقصد کا ذریعہ ہے[8] اسی لئے سعادت کا ایک زینہ ہے "دوام ذکر با ربط دل خود بشیخ"[9]۔ حضرت رب العزت اور حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ مرید پیر کا بھی مراقبہ کرتا ہے۔ قاضی محی الدین کاشانی

---

[1] سیر الاولیاء ص ۳۰۹-۳۱۰ [2] سیر الاولیاء ص ۱۰۲ [3] سیر الاولیاء ص ۱۸۰ [4] احترام پیر کا آئیڈیل کیا ہے اس کا کسی قدر اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مولانا برہان الدین غریب نے زندگی بھر کبھی غیاث پور کی طرف پشت نہیں کی سیر الاولیاء ص ۲۸۸۔ [5] سیر الاولیاء ص ۳۶۲۔ [6] فوائد الفواد ص ۲۰۷، ۲۰۸ [7] سیر الاولیاء ص ۳۳۲ [8] خیر المجالس، ص ۶۹۔ اس کی مزید توضیح ان الفاظ میں کی ہے۔ وھو عبارۃ عن تعلق قلب المرید بالشیخ۔

نے شیخ نظام الدین اولیاؒ سے سوال کیا کہ مرید یہ تینوں مراقبے الگ الگ کرے یا ساتھ بھی کیا جا سکتا ہے۔ فرمایا جمع بھی ممکن ہے اور علاحدہ بھی مفید ہے۔ اگر جمع کرنا چاہے تو یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دائیں طرف ہیں اور پیر بائیں طرف[1]

پیر سے محبت کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ اس کے نام کا ورد پڑھا جائے اور اس کے نام کی قسم کھائی جائے۔ شیخ نظام الدینؒ فرماتے تھے کہ ابتدا میں وہ نماز کے بعد دس بار شیخ فرید اور دس بار مولانا فرید کہتے تھے۔ اس کے بغیر سوتے نہیں تھے۔ ان کے دوستوں کو بھی اس محبت کی اطلاع ہو گئی تھی چنانچہ اگر انھیں سوگند دینی ہوتی تھی تو کہتے تھے کہ شیخ فرید کی سوگند کھاؤ[2]۔ شیخ فرید الدین عطار شیخ ابوالقاسم گرگانی کے بارے میں لکھتے ہیں:

در ابتدا شیخ ابوالقاسم گرگانی را رحمۃ اللہ علیہ ذکر ایں بود کہ "اویس اویس" گفتے ایشاں دانند قدر ایشاں[3]

ابتدا میں شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ کا ذکر یہ تھا کہ "اویس اویس" کہتے رہتے تھے۔ ان کی قدر کچھ انھیں کو معلوم۔

پیر کو مرید کا قبلہ تصور کیا جاتا ہے۔ خواجہ اجل شیرازیؒ کے ایک مرید کو قتل کی سزا ہوئی۔ قتل کے وقت اسے قبلہ رو کھڑا کیا گیا۔ اس صورت میں پشت پیر کی قبر کی طرف مڑتی تھی۔ اس نے پیر کی قبر کی طرف رخ کر لیا۔ اس سے جب قبلہ رو ہونے کے لئے کہا گیا تو اس نے کہا کہ میں نے تو اپنے قبلہ کی طرف رخ کر لیا اب تم اپنا کام کرو[4]۔ اسی طرح شیخ نظام الدینؒ کی مجلس میں اس امر پر حیرت کا اظہار کیا گیا کہ اس بارگاہ سے تعلق رکھنے والے حج کو کیوں جاتے ہیں۔ حج کو تو وہ جائے جس کا پیر نہ ہو۔ یہ سن کر شیخ کی آنکھیں بھر آئیں اور فرمایا "آں رہ بسوی کعبہ بردایں بسوی دوست"[5] شیخ کا اپنا عمل کچھ اس سے مختلف نہ تھا دو مرتبہ جب انھیں حج کا اشتیاق بہت بڑھا تو انھوں نے اپنے پیر کی زیارت کے لئے اجودھن

---

[1] سیر الاولیاء صہ ۵۸ھ [2] فوائد الفواد صہ ۲۵۳، سیر الاولیاء صہ ۱۱۰ [3] تذکرۃ الاولیاء صہ ۲۶ [4] فوائد الفواد صہ ۹۹ سیر الاولیا صہ ۳۴۸ - ۳۴۹ [5] فوائد الفواد صہ ۲۶۳-۲۶۲

کا سفر کیا اس سے نہ صرف اس جذبے کی تسلی ہو گئی بلکہ اور بھی بہت کچھ حاصل ہوا[1] شیخ فریدالدین سفر حج پر روانہ ہوئے ۔ اوچہ پہونچے تو خیال آیا کہ ان کے پیر شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے حج کیا تھا پھر وہ آخر اپنے پیر کی مخالفت کیوں کریں۔ چنانچہ وہیں سے لوٹ آئے[2]

پیر کے سامنے سجدہ ریزی محبت اور اعتقاد کی واضح ترین علامت تھی اور اسے لامحدود فیوض و برکات کا وسیلہ سمجھا جاتا تھا[3]۔ شیخ نظام الدین نے اس سلسلہ میں دو باتیں کہی ہیں ۔ ایک موقع پر انھوں نے اس کی مدافعت کی ہے اور اسے درست ٹھہرایا ہے[4]۔ دوسرے موقع پر صرف یہ دلیل دی ہے کہ یہ رسم ان کے پیروں کے یہاں رائج تھی اسی وجہ سے وہ بھی منع نہیں کرتے تھے[5]۔ آخر کار شیخ نصیر الدین نے اس رسم کو ختم کیا اور اعلان کیا کہ اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ جائز نہیں[6]۔

جب صورت حال یہ ہو کہ پیر کی رہنمائی اور مدد کے بغیر خدا تک رسائی ممکن نہیں تو پھر پیر کے احکام اور اس کے اسوہ سے انحراف کا تصور کیوں کر کیا جا سکتا ہے ۔ اتباع پیر کے سلسلہ میں معیار مطلوب مکمل ہم آہنگی اور غیر مشروط اطاعت ہے ۔ اس معیار مطلوب کا کچھ اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے ۔ ایک شخص شبلیؒ کے پاس آیا اور ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کی خواہش ظاہر کی ۔ شیخ نے اس کا امتحان لیا کہ آیا وہ آداب مریدی سے واقف بھی ہے یا نہیں ۔ اس سے کہا گیا کہ کلمہ کو اس طرح پڑھے ، لا الٰہ الا اللہ شبلی رسول اللہ جب اس نے حکم کی تعمیل کر دی تو شیخ نے کہا یہ تو تمہارا امتحان تھا[7]۔ ایک مرتبہ شیخ نظام الدینؒ سے پوچھا گیا کہ اگر پیر کسی ایسی بات کا حکم دے جو خلاف شرع ہو تو کیا کیا جائے ؟ شیخ کا جواب بڑا اہم اور غور طلب ہے ۔ اصلی مسئلہ پر اظہار خیال کرنے کے بجائے انھوں نے

---

[1] فوائد الفواد صـ ۲۷۳ اصلی عبارت یہ ہے "مقصود را حاصل شد مع شئی زائد بار دیگر ہمیں ہوس (حج) باعث آمد، با زیارت رفتم آں غرض حاصل شد" [2] سیر الاولیاء صـ ۱۷۱ [3] فوائد الفواد، صـ ۲۶۹ [4] فوائد الفواد صـ ۲۶۹-۲۷۰ [5] فوائد الفواد صـ ۲۶۸۔ [6] خیر المجالس صـ ۱۵۷ [7] فوائد الفواد صـ ۳۹۲

کہا کہ پیر ایسا ہونا چاہیئے جو شریعت کا علم رکھتا ہو[۱]۔ اس سے بظاہر مفہوم یہی نکلتا ہے کہ پیر کے انتخاب میں تو احتیاط کرنی چاہیئے لیکن کسی پیر کے حلقہ ارادت میں شامل ہو جانے کے بعد اس کے احکامات کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

---

[۱] فوائد الفواد ص۲۷۹ - ۲۸۰

ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی نے پیر کا جو تصور پیش کیا ہے وہ بڑا بھیانک اور خلاف شرع ہے۔ اس تصور کو غلط اور غیر مستند کہہ کر آسانی سے رد کیا جا سکتا تھا لیکن مشکل یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے یہ مرقع چشتیہ سلسلہ کے مستند مآخذ سے تیار کیا ہے اور اپنی طرف سے اس میں رنگ بھرنے کی بالکل کوشش نہیں کی ہے۔ اس وجہ سے مقالہ مزید غور و فکر اور تحقیق کا مطالبہ کرتا ہے۔ ہمارے یہاں ایسے اصحاب علم کی کمی نہیں ہے جو سلاسل تصوف اور شریعت دونوں ہی پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ وہ اس موضوع پر علمی انداز میں اظہار خیال فرمائیں تو ادارہ بڑی خوشی سے انشاء اللہ ان کے رشحات قلم بھی شائع کرے گا۔ اس طرح امید ہے مسئلہ کی صحیح تصویر سامنے آ سکے گی۔ (جلال الدین)


ایس آئی ایم آف انڈیا کے ترجمان خبر نامہ کا

# یوم تاسیس نمبر

جس میں
پانچ سالہ کارکردگی کا جائزہ
تربیتی و تعمیری مضامین۔ اصلاحی افسانے اور ملکی و بیرون ملک کے بزرگوں کے بصیرت افروز پیغامات کے علاوہ بھی بہت کچھ۔ انشاء اللہ مئی ۱۹۸۲ء میں منظر عام پر آ جائے گا